

”یہ مختصر حیات ہمارا حصہ ہے“

نمبر 3414

ایک خطبہ

شائع شدہ بروز پنجشنبہ، 9 جولائی، 1914

واعظ: سی۔ ایچ۔ اسپرژن

بمقام: میٹروپولیٹن ٹیبر نیکل، نیونگٹن

”اے خُداوند، مجھے میرا انجام اور میرے دنوں کی پیمائش دکھا دے، کہ میں جان لوں کہ میں کیسا کمزور ہوں۔“
(زبور 4:39)

اور چند نہایت فاضل مفسرین کے فہم کے مطابق، اس آیت میں ایک قسم کی دلگیری اور شکیانیت کی سی کیفیت (Calvin) کلون پائی جاتی ہے۔ سیاق و سباق سے ظاہر ہے کہ داؤد، خُدا کے تادیبی ہاتھ کے نیچے، صبر کھو بیٹھا تھا۔ ایوب نے بھی اسی طرح کے حالات میں، اجرت پر کام کرنے والے کی طرح اپنے دن پورے ہونے کی آرزو کی اور قبر کے آرام کو طلب کیا۔ اسی طور پر، زبور نویس دریافت کرتا ہے کہ اور کتنی دیر اُسے زندگی کی رنجشیں اور غم اُٹھانے ہیں، یا کب منزل مقصود تک پہنچنا ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی زبور نویس کو ملامت کرنے کا حق نہیں رکھتا، کیونکہ اس کی بے صبری ہماری بے صبری کے مقابلے میں کیا ہے؟

جب میں ایلہا کے بارے میں پڑھتا ہوں کہ اُس نے رتھم کے درخت کے نیچے جا کر یہ کہا، ”اے خُداوند، اب میری جان لے لے، کیونکہ میں اپنے باپ دادا سے بہتر نہیں!“ — اگر میں ایسے عظیم مرد کی کمزوری پر تعجب کروں، تو وہ تعجب صرف اس لیے ہے کہ وہ شخص عظیم تھا۔ کوئی شک نہیں کہ یہ کمزوری ہم سب پر کبھی نہ کبھی طاری ہوئی ہے۔ ہم نے بھی کئی بار روانگی کی خواہش کی ہے — افسوس کہ زیادہ تر یہ خواہش مسیح کے ساتھ رہنے کی تڑپ سے نہیں، بلکہ اس بیابان کی آزمائشوں، خدمتوں اور دُکھوں سے اُکتا جانے کے باعث ہوتی ہے۔

چونکہ ہم بھی اُن پرانے مقدس لوگوں کی مانند اسی کمزوری کے شکار ہیں، اس لیے ہمیں اُسی پناہ گاہ کی طرف دوڑنا چاہیے جہاں وہ دوڑے تھے — تاکہ اُن کمزوریوں پر غالب آنے کی قوت پا سکیں۔ ہمیں قوی سے قوت لینی چاہیے اور خُدا سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہم میں صبر کا وہ پکا پھل پیدا کرے جو نایاب بھی ہے اور بیش قیمت بھی، کیونکہ جہاں کہیں وہ پھل لایا جائے، خُدا کا جلال ہوتا ہے۔

داؤد یہاں خُداوند سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اس کا اُستاد بنے۔ غور کیجیے اُس کے الفاظ پر: ”مجھے جاننے دے“ — گویا کہہ رہا ہو: ”مجھے تعلیم دے، میں شاگرد بنوں، اور تُو میری نادانی اور کمزوری پر جھک کر مجھے سکھا۔“ مگر کیا داؤد اپنے انجام سے واقف نہ تھا؟ کیا وہ اپنے دنوں کی پیمائش نہیں جانتا تھا؟ کیا اس کی کمزوری ایسا راز تھی جسے وہ دریافت نہ کر سکتا تھا؟ بلا شبہ وہ کسی حد تک اس سے واقف تھا، مگر شاید اُسی سطحی طور پر جس طرح ہم اکثر اخلاقی اور روحانی سچائیوں کو محض زبانی تسلیم کرتے ہیں، بغیر گہرے فہم اور دلی قدر کے۔ لیکن داؤد چاہتا تھا کہ وہ اسے زیادہ کامل طور پر جانے — ایسی روحانی بصیرت کے ساتھ جو صرف خُدا ہی دے سکتا ہے۔

چینی کے برتنوں کے کارخانوں میں، آپ نے شاید دیکھا ہو گا کہ کچے برتن پر کوئی عبارت ہلکی سی چھاپ دی جاتی ہے۔ یہ محض ابتدائی نشان ہوتا ہے۔ مگر جب وہ برتن بھٹی سے گزر کر پک جاتا ہے، تو وہ عبارت اس کے جوہر میں سرایت کر جاتی ہے اور ناقابلِ مٹ جاتی ہے۔ ہماری دعا بھی یہی ہونی چاہیے کہ جو کچھ ہم محض سطحی طور پر جانتے ہیں، وہ ہماری باطن کی گہرائی میں جلد کر دیا جائے، اور ہمارے وجود کا ناقابلِ جدا حصہ بن جائے۔ ”اے خُداوند، نہ صرف مجھے جاننے دے، بلکہ اپنی الہی صنعت سے اُسے میرے اندر جلد کر دے — کہ میں اپنے انجام اور اپنے دنوں کی پیمائش جان لوں۔“

دیکھو خُدا کی عجب فروتنی، کہ ہم سے اجازت ہے کہ ہم اس سے اپنی کمزوری کا ایسا سبق سکھانے کی درخواست کریں۔ اور غور کرو ہماری جہالت اور بھول پر، کہ ہم یہ سبق بھی نہیں سیکھ سکتے جب تک خُدا ہمیں نہ سکھائے۔ ہاں، وہ ہمیں ”جاننے پر مجبور“ کرے — ہماری عقل کو تخلیقی یا تجدیدی عمل سے ایسا نیا بنائے کہ ہم سادہ ترین حقائق کو بھی صحیح طور پر پہچان سکیں۔ اپنی نادانی کا اقرار کرتے ہوئے، اُو ہم زبور نویس کی یہ دعا خُدا کے سامنے رکھیں، اور وہ ہمیں جواب دے گا۔

پس، یہاں تین باتیں ہیں جنہیں زبور نویس جاننا چاہتا ہے — (1) اپنا انجام، (2) اپنے دنوں کی پیمائش، اور (3) ان سے پیدا ہونے والی اپنی کمزوری کا صحیح اندازہ۔ کاش خُدا ہمیں یہ سب سکھائے جب ہم ان پر غور کریں۔

۔ ”اے خداوند، مجھے میرا انجام جاننے دے

کیا ہم پہلے ہی اس کو جانتے ہیں؟ اگر تم جانتے ہو تو اپنی پاکیزہ عقلوں کو یاد دہانی سے جگاؤ۔ اپنے انجام کی یقینیت کو پہچانو — اس حقیقت کو تھامو اور اس کے اثر کو اپنی جانوں پر پڑنے دو۔ ہاں، مجھے مرنا ہی ہوگا، جب تک کہ خداوند نہ آئے اور میں مقدسوں کے ساتھ ہوا میں اُٹھا نہ لیا جاؤں۔ مجھے اس فانی زندگی کے آخری پڑاؤ تک پہنچنا ہوگا جیسے اور لوگ پہنچے ہیں — کمزوری کے بستر اور موت کی خوابگاہ پر۔ مجھے مرنا ہی ہوگا۔ اس جنگ میں کوئی چھٹی نہیں۔ اس دنیا میں ہمیشہ جینے کا کوئی امکان نہیں۔ اگر تم مسیحی ہو تو تم اسے چاہو گے بھی نہیں، اور چاہو تو بھی پا نہ سکو گے۔ وقت ضرور آئے گا کہ تمہیں رخصت ہونا پڑے گا۔

پس اے عزیز بھائیو، یہ عام مگر گہری سچائیاں تمہارے لیے مفید ہوں گی۔ اپنی جان پر یہ بات گزرنے دو کہ تمہارے لیے بھی کبھی جنازے کی گھنٹی بجے گی، تمہارے لیے بھی قبر کھودی جائے گی، کفن لپیٹا جائے گا، اور قبر کے لبادے میں تم لپٹے جاؤ گے۔ تمہارے لیے بھی یہ کہا جائے گا، ”زمین زمین کو، خاک خاک کو، اور راکھ راکھ کو لوٹائے۔“ چونکہ تم فانی پیدا ہوئے ہو، تمہیں مرنا ہی ہوگا۔ خداوند تمہیں یہ جاننے بخشے! تم ہی مرو گے، کوئی دوسرا تمہارے بدلے نہیں۔ تم ہی اپنے پاؤں بستر میں سمیٹو گے، اور یعقوب پیر کی مانند موت کی اس تنگ ندی کو پار کرو گے۔

تم جو جوانی کی بہار میں ہو، یا بچپن کی شادمانی میں، یا وہ جو بہت سے حادثوں سے بچ نکلے ہو اور بڑھاپے کی خاموشی میں پختہ اور نرم پڑ گئے ہو — یاد رکھو، سب سے عزیز دوست یا ساتھی تمہاری جگہ نہیں لے سکتا۔ جب بلوا آئے گا، تمہارا گھڑا چشمہ پر ٹوٹ جائے گا، تمہارا پیہ حوض پر رُک جائے گا، اور تم، اپنے ہی گوشت اور خون میں، اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے۔ تمہاری بے جسم روح کو خدا کے حضور کھڑا ہونا پڑے گا۔ پس اس کی یقینیت اور اس کی شخصیت کو فراموش نہ کرو۔

یہ انجام فیصلہ کن ہوگا — ”مجھے میرا انجام جاننے دے۔“ یہ کوئی توقف نہیں بلکہ ایک انجام ہوگا، کوئی راہ پر چلنا نہیں بلکہ زندگی کے عظیم سفر کا اختتام۔ میرا انجام — اس سورج تلے سب باتوں کا اختتام، میرے گناہ کا اختتام جہاں تک اس جہان کا تعلق ہے، اور قادر مطلق خدا کی خدمت کا خاتمہ۔ نیکی کرنے اور نیکی پانے کے سب مواقع کا ختم ہونا۔ میرا انجام — تاکہ جو کچھ بعد میں سورج تلے ہوگا، اس میں میرا کوئی حصہ یا دل چسپی نہ رہے۔

زندہ جانتے ہیں کہ انہیں مرنا ہے، پر مردے کچھ نہیں جانتے۔ دوسرے مقدس ان کی قبروں پر چلتے ہیں، قومیں اٹھتی اور گرتی ہیں، انقلاب عظیم سلطنتوں کو ہلا ڈالتے ہیں، سب چیزیں بدل جاتی ہیں — پر وہ، مٹی کے نیچے، سوئے پڑے ہیں، ان کی یاد اور ان کی محبت مٹ جاتی ہے، یکساں ”بے جان اور بے نام۔“ یقینی ہے کہ ہم انجام کو پہنچیں گے، یقینی ہے کہ میں خود اس انجام کو پہنچوں گا، اور جب میری موت آئے گی تو یہ زندگی اور اس فانی حالت کے لیے ایک حقیقی اور ناقابلِ عبور انجام ہوگا۔

جب ہم اپنے انجام پر غور کرتے ہیں تو اس کے ساتھ کے مناظر بھی کچھ دیر سوچ میں ڈال سکتے ہیں۔ غالب امکان یہ ہے، اے بھائیو اور بہنو، کہ اگرچہ ہم نہیں جانتے ہمیں کیا پیش آئے گا، مگر ہماری اس زندگی سے روانگی بھی اسی کمزوری اور ناتوانی کے ساتھ ہوگی جو ہم نے دوسروں میں دیکھی ہے۔ ہم بیماری کا بستر، درد کے دن، اور وہ بے خواب راتیں بھی دیکھ سکتے ہیں جو موت کی نشانیاں ہیں۔ ہم اپنے لیے وہ منظر سوچ سکتے ہیں جو ہم نے اپنے عزیزوں اور جان پہچان والوں میں بار بار دیکھا ہے — گھر والے خاموش پہرہ دے رہے ہیں، روتے ہوئے بجے آخری ہوسہ دینے کو بلائے گئے ہیں، اور گرم آنسو، رخصت ہونے والے کے زرد رخساروں پر گر رہے ہیں۔

ہم یہ سب اپنے ذہن میں لا سکتے ہیں — بلکہ شاید لانا اچھا ہو، اور اس کی پیش مشق بھی کر سکتے ہیں، کیونکہ غالب امکان ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔ لیکن ہم اس بات کے پکے نہیں کہ ہمیں دنیا سے اتنے اطمینان سے رخصت ہونے کا موقع ملے گا۔ ممکن ہے کہ ہجوم بھری گلیوں میں یا سفر کرتے ہوئے ہمارا وقت آ پہنچے۔ تاہم، یہ ہمیں فطرت کے قاعدے کے موافق ہی لگتا ہے — جب خیمہ اکھاڑا جاتا ہے، کپڑا لپیٹ دیا جاتا ہے، ہر میخ اور گرہ کھول کر باندھ دی جاتی ہے، اور ہم چرواہے کے خیمے کی مانند اکھاڑ دیے جاتے ہیں۔

پھر آئے گا وہ وقت کہ تم سب دنیوی چیزوں سے جدا ہو جاؤ گے — تمہارے مکان کے کواڑ کوئی اور بند کرے گا، تمہاری کتابیں تمہارے ہاتھ میں نہ رہیں گی، تم آخری بار حساب چکا چکے ہو گے۔ اب باپ کے نہ رہنے پر کسی اور کے ہاتھ سے بچوں کی روٹی کمائی جائے گی۔ ماں کے نہ رہنے پر کسی اور عورت کی نرمی اور محبت بچوں پر نگہبان ہوگی۔ اور وقت ضرور آئے گا جب دولتمند کو اپنے باغات اور سبزہ زاروں کو وداع کہنا ہوگا، اپنے رہن ناموں، اپنے باندھن، اپنے کاغذات اور جائداد کو چھوڑنا ہوگا۔ اور غریب کو بھی، شاید اُسی کٹھنائی سے، اپنی جھونپڑی، اپنے چولہے اور ان سب چیزوں کو جو زندگی کو عزیز بناتی تھیں، الوداع کہنا پڑے گا۔

ہر ایک کے لیے جدا ہونے کا وقت مقرر ہے، اور ہم دعا کرتے ہیں کہ خداوند ہمیں اس کا پہلے سے احساس دے۔ اس کے ساتھ یہ بھی غالب ہے کہ اُس وقت ہمارے دل میں بہت سے افسوس ہوں گے۔ میری امید ہے کہ جب ہم مرنے کو آئیں تو نجات کا سوال نہ اُٹھے۔ لیکن نجات پانے والے کے دل میں بھی یہ خیال ضرور اُبھرے گا: "کاش میں نے اپنے خدا کو زیادہ جلال دیا ہوتا! کاش میں نے اپنے مال، اپنے وقت، اور اپنی قابلیت کو زیادہ اپنے آقا کی خدمت میں لگایا ہوتا! اب میں بھوکے کو روٹی نہیں کھلا سکتا، ننگے کو لباس نہیں پہنا سکتا، نادان کو تعلیم نہیں دے سکتا۔ کاش وہ سنہری مواقع میں نے زیادہ جوش سے پکڑے ہوتے اور زیادہ محنت سے استعمال کیے ہوتے، مگر اب میری خدمت کا وقت ختم ہو گیا، اور میں اپنے اعمال کی کمی پر غم کر رہا ہوں، اور نہ جو کسر رہ گئی اسے پورا کر سکتا ہوں، نہ جو کمی ہے اسے سدھار سکتا ہوں۔"

اے عزیزو! ہمارا انجام یہاں نیچے ہماری سب مسیحی خدمت کا خاتمہ ہوگا۔ نہ تم اپنی اتوار کی جماعت میں جا سکو گے، نہ واعظ پھر منبر پر چڑھے گا، نہ یہاں کھڑے ہو کر کسی کو نصیحت یا تسلی دے سکے گا۔ نہ گلی کے کونے پر، اے بھائی، تمہاری آواز انجیل کی دعوت دے گی، نہ تمہارا ہاتھ کلام حیات کو بانٹے گا جو عظیم نجات دہندہ اور نیک چرواہے، ہمارے خداوند یسوع مسیح، کا حال سناتا ہے۔ اُس بستر پر تم اپنی مسیحی خدمت سے رخصت لے رہے ہو گے، اور جو کچھ باقی رہ گیا، اُسے پورا کرنے کا پھر کوئی موقع نہ ہوگا۔

یقین جانو—اور بہتر ہے کہ آگے سے اس پر نظر رکھو—ہمارا انجام کوئی کھیل نہ ہوگا۔ ہم اکثر موت پر مسکرا سکتے ہیں، گیت گا سکتے ہیں، اور شام کی امید رکھ سکتے ہیں کہ جا کر خدا کے ساتھ آرام کریں، لیکن یہ بھی ایک نہایت سنجیدہ بات ہے۔ اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ روز مرنا سیکھو—یردن کے کنارے تک جاؤ اور ہر صبح اُس موت کے دریا میں نہا لو، یہاں تک کہ موت زندگی کی مانند مانوس ہو جائے، اور تم اُس کا روزانہ انتظار کرنے لگو۔ لیکن بعض اوقات تو ہم تعجب کرتے ہیں کہ ابھی تک ہم یہاں کیوں ٹھہرے ہیں، کیونکہ ہم تو منتظر ہیں کہ بلائے جائیں اُس سرزمین میں بسنے کو جہاں موت نہیں، نہ غم، نہ آہ و فغاں۔

پھر یہ بھی بہتر ہے کہ ہم اپنے انجام کو اُس کے سب نتائج سمیت جانیں۔ اگرچہ اسے ہمارا انجام کہا جاتا ہے، مگر حقیقت میں یہ ایک عظیم آغاز ہے—بلکہ، یوں کہوں تو ہمارے پہلے جنم سے بھی زیادہ حقیقی آغاز۔ جس دم کوئی انسان مرتا ہے، وہ اپنی ہستی کے سب سے سنجیدہ حصے میں داخل ہوتا ہے۔ اے خداوند! مجھے یہ جاننے دے کہ میرے اس رخصت ہونے کے بعد کیا ہوگا۔ آ، میں سوچوں—میری جان جسم کے بغیر خدا کے تخت تک پرواز کرے گی، اور فوراً ابتدائی فیصلہ پائے گی—اُس بڑے فیصلے کا پیش خیمہ جو آخری عظیم دن کو ہوگا۔ "مقدمے کے لیے بند رکھا گیا" تاکہ جسم کے بغیر قیامت کے صور تک قید میں رہوں، یا پھر اُس جلال میں داخل کیا جاؤں جو جسم کے بغیر ممکن ہے، یہاں تک کہ خداوند یسوع مسیح آسمان سے نعرہ اور رئیس فرشتہ کے صور اور خدا کی آواز کے ساتھ اُترے۔

میرے ساتھ کیا ہوگا؟ اے سننے والو، یہ پوچھو—اور اپنے خدا سے بھی پوچھو کہ تمہیں جاننے دے کہ کیا ہوگا—کیا تمہاری روح اپنے نجات دہندہ مسیح کی حضوری میں خوش ہوگی، اُس دنیا سے دور جہاں غم اور گناہ ہیں، خدا کے ساتھ ابدی طور پر بند، یا تمہاری روح اُس بے تہ گڑھے میں ہم جنس مجرموں کے ساتھ تسمخر کرے گی، جہاں لوہے کی کلید گھمائی جاتی ہے اور دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتا ہے؟ تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟

جب تم اپنے انجام کے بارے میں سوچو، یاد رکھو کہ ان میں سے ایک تمہارا حصہ ضرور ہوگا—یا آسمان یا جہنم۔ پھر آنے کا قیامت اور عدالت کا دن۔ صور، صاف اور تیز، ایسا ہوگا جو انسان کو جگائے گا—نہ جنگ کے لیے، نہ معرکے کے لیے، بلکہ انہیں جگائے کو جو طویل عرصے سے خاموش قبروں میں سوئے ہیں۔ وہ سمندر اور زمین سے اٹھیں گے، نہایت بڑی جماعت ہوگی۔ پھر عظیم سفید تخت بچھایا جائے گا اور کتابیں کھولی جائیں گی۔ یہی وہ انجام ہے جو خدا چاہتا ہے تم جانو۔

اے جاننے کی کوشش کرو! جب وہ کتاب کھولی جائے گی اور مسیح اپنی آگ کی مانند آنکھوں اور گرج کی مانند آواز سے پڑھے گا—تو وہ تمہیں کیا بدلہ دے گا؟ کیا وہ صفحہ پر نظر ڈال کر فرمائے گا، "میرے خون سے تمہارے سب گناہ مٹ گئے جو کبھی یہاں لکھے تھے، اس لیے اب کچھ باقی نہیں مگر میرے برگزیدوں کا انعام—میں بھوکا تھا، تم نے مجھے کھانا دیا؛ میں پیاسا تھا، تم نے مجھے پانی پلایا؛ بیمار اور قید میں تھا، تم نے میری خدمت کی؛ اُو اے میرے باپ کے مبارک لوگ"—یا یہ ہوگا کہ صفحہ پلٹتے سنو گے اور آواز سنو گے، "میں بھوکا تھا، تم نے مجھے کھانا نہ دیا؛ پیاسا تھا، تم نے مجھے پانی نہ پلایا"—کیا یہ ریکارڈ سراسر گناہوں کا ہوگا اور نیکی کا کچھ نہ ہوگا، اور ساتھ ہی یہ فیصلہ: "دور ہو جاؤ، اے ملعون لوگ، ہمیشہ کی آگ میں؟"

اے خداوند! مجھے میرا انجام جاننے دے، اور میرا انجام یہ نہ ہو کہ شریروں کے ساتھ ابد تک نکال دیا جاؤں۔ میری جان کو خونریزی کرنے والوں کے ساتھ نہ ملا، مجھے اپنی حضوری سے خارج نہ کر، مجھے اپنی رحمت سے جدا نہ کر، مجھے گہرے ترین گڑھے میں بند نہ کر، مجھے اپنی حضوری سے ابدی ہلاکت کے لیے سزا نہ دے۔ مجھے میرا انجام جاننے دے—

اور میرا انجام یہ ہو کہ میں مسیح کے ساتھ وہاں ہوں جہاں وہ ہے، اُس کے جلال کو دیکھوں جو تُو نے اُسے دنیا کی بنیاد سے پہلے دیا تھا۔

میری دانست میں جب داؤد نے یہ دعا کی کہ مجھے میرا انجام جاننے دے، تو وہ ان سب پہلوؤں سے واقف تھا، مگر اُس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اُن پر مضبوطی سے ایمان رکھ سکے، تاکہ اُنہیں جیتے جاگتے حقائق کی طرح سمجھے۔ نہ کہ کہانیاں یا روایتیں۔ تاکہ اُن پر غور کرے، اُن پر دل لگائے، اُن کے لیے تیاری کرے، اور اپنا گھر درست کرے کیونکہ اُسے مرنا ہے اور جینا نہیں، اور اپنے خدا سے ملنے کی تیاری کرے۔ اور سب سے بڑھ کر، کہ وہ اپنے انجام کو مسیح یسوع میں نجات کی کامل یقین دہانی کے ساتھ جانے، تاکہ اس کا انجام ابدی سلامتی ہو۔

کامل آدمی پر نظر کر، اور راستی والے کو دیکھ، کیونکہ اُس آدمی کا انجام سلامتی ہے۔" اے کاش جب ہم ایسے لوگوں کا ذکر "اُکریں تو ہم خود بھی ایسے بن جائیں، اور جانیں کہ ہمارا انجام یسوع مسیح کے وسیلہ سے سلامتی ہوگا

پھر، دعا کے دوسرے حصے میں، داؤد کہتا ہے

||

"میں اپنے ایام کی پیمائش جان لوں۔"

یقیناً نہایت فروتنی کی بات ہے کہ ہم یاد کریں کہ ہمارے ایام کی ایک پیمائش ہے۔ اہل لاتین میں ایک کہاوٹ ہے، "جیسے غریب اپنے بھیڑوں کو گنتے ہیں"۔ اور یہ اس لئے ہے کہ ہم زندگی میں اتنے غریب ہیں کہ اپنے ایام کو گن سکتے ہیں۔ خدا کے ایام شمار کے لائق نہیں۔ "تیری پشت در پشت کو کون بیان کرے، یا تیرے برسوں کا شمار کون کرے؟ ازل سے ابد تک تو ہی خدا ہے۔"

ہمارے ایام کی پیمائش "دعا میں مانگو کہ تُو اِس کو جاننے کے لائق ٹھہرایا جائے۔ میں محض چند خطوط کھینچتا ہوں، جیسے "استاد تختہ سیاہ پر خاکہ بناتا ہے۔ کہ میرے ایام کی پیمائش کس قدر حقیر ہے، اور مجھے درحقیقت کتنی مختصر زندگی ملی ہے۔ اگر ستر برس میری عمر ہو، تو وہ بھی کتنے قلیل ہیں

شاید تُو نے کبھی ساحل کی ریٹلی چٹان پر کھڑے ہو کر صدفوں کی تہ پر تہ دیکھی ہو، جیسے میں نے حال ہی میں دیکھی۔ صدفوں کی سفید چادریں، جن کے بیچ باریک ریت کی پرتیں تھیں۔ یہ سب کسی قدیم سمندر کی تدریجی تہ نشینی سے بنے، اور صدیوں در صدیوں کی محنت سے یہ چٹان بنی۔ مگر یہ تو زمین کی محض ایک چھوٹی سی پرت ہے۔ نیچے اتر کر ریت کے پتھر اور چونے کے پتھر ملتے ہیں، جو ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں برس میں سمندری تہ نشینی سے بنے۔ اور پھر نیچے جا کر وہ پتھر ملتے ہیں جو آگ سے ڈھلے، اور ماہرین بجا طور پر ٹھہراتے ہیں کہ یہ دنیا اپنی موجودہ ہیئت میں لاکھوں برس سے قائم ہے۔

جب میں نے ان صدفوں اور ریت کو چھڑی سے گھودا، تو مجھے یوں محسوس ہوا گویا میں محض ایک ننھا سا کیڑا ہوں، بلکہ اُس سے بھی چھوٹا ذرہ، جو ابھی پیدا ہوا ہی تھا کہ فنا ہو گیا۔ اور یہ چٹانیں مجھ سے کہہ رہی تھیں، "جب ہم بن رہے تھے تو تُو کہاں تھا؟ جب موجیں یہ صدف کنارے پر لا رہی تھیں، تُو کہاں تھا؟

اب ذرا اس زمین سے نظر ہٹا کر سوچ کہ بعض مخلوقات جو ہمیں عزیز ہیں، اس زمین سے بھی قدیم ہیں۔ جب یہ زمین بنی تھی، "صبح کے ستارے گانے لگے، اور خدا کے سب فرزند خوشی سے للکارنے لگے۔" اے فرشتو! تمہاری عمر کے مقابلے میں ہم کس قدر نومولود ہیں! جب جبرائیل پہلی بار بجلي کی مانند اپنے حکم کی تعمیل کو دوڑا، تُو کہاں تھا؟ جب گناہ نے لوسیفر، صبح کے فرزند، کو خدا کے قہر کے نیچے اندھیروں میں گرایا، جو اُس کے لئے ابد تک محفوظ ہیں، تُو کہاں تھا؟

اور اے عزیزو، کروی اور سیرافیم کی حیات بھی خدا کے سامنے کیا ہے؟ جب نہ سورج تھا، نہ چاند، نہ ستارے، تب بھی خدا اتنا ہی عظیم و جلال والا تھا جتنا آج ہے۔ اور جب یہ ساری کائنات ایک پرانی طومار کی مانند لپیٹ دی جائے گی، وہ ویسا ہی رہے گا، نہ ایک ذرہ بوڑھا، نہ ایک لمحہ نیا۔ کیونکہ اُس کے ساتھ کوئی زمانہ نہیں۔ وہ اپنے ابدی 'اب' کو بھرتا ہے، "اور ہماری صدیوں کو دیکھتا ہے گزرتے ہوئے۔"

ہم سیلاب کی مانند بہا دئے جاتے ہیں، مگر وہ تخت نشین، ازل سے ابد تک ایک سا رہتا ہے۔

اے خداوند، مجھے میرے ایام کی پیمائش جاننے دے، تاکہ میں تیرے تخت کے آگے اپنی حقارت میں گر کر

"تیری ابدی عظمت کو سجدہ کروں
اے عظیم خدا، تُو کس قدر لامحدود ہے"
اور ہم کس قدر بے وقعت کیڑے ہیں؛
ساری مخلوق تیرے حضور جھکے
"اور تیری حمد بجا لائے۔"

جب ہم اپنے ایام کی پیمائش جاننے کے طالب ہوں، تو اُن کی عظمت بھی ہمارے سامنے رہے۔ کیونکہ انہی چند لمحوں پر ہماری ابدی تقدیر موقوف ہے۔ یہ زندگی اگلی زندگی کا فیصلہ کرتی ہے۔ اس زندگی میں اگر کوئی ایمان دار ہے، تو اُس کے بعد جلال، خوشی، اور لافانی زندگی ہے۔ اور اگر بے ایمان ہے، تو اُنے والے جہان میں خدا کے ہاتھ سے ابدی سزا ہے۔

یہی خیال اس چھوٹی سی زندگی کو نہایت عظیم بنا دیتا ہے۔ کہ انسان ایک طرف تو کیڑے کے برابر ہے، اور دوسری طرف خدا کے ہمسایہ۔ کل ہی پیدا ہوا، اور پھر بھی اُس کا وجود ابد تک خدا کے ساتھ جاری رہے گا۔

اے خداوند، مجھے میرے ایام کی پیمائش جاننے دے۔ "یعنی اُن کی حتمیت کو۔ خدا نے ٹھہرا دیا ہے کہ نہ تو اپنے وقت سے پہلے مرے گا، نہ اُس کے بعد جائے گا۔ وہی وقت پر اُس دھاگے کو کاٹ دے گا۔
"قطع اور موت میرے گرد پرواز کریں"
"پر جب تک وہ نہ چاہے، میں مر نہیں سکتا۔"

یقین خدا کو ہے، مگر ہم کو اُس کی گھڑی معلوم نہیں۔ ممکن ہے بیس، تیس یا چالیس برس اور زندہ رہو۔ یا شاید چند سانسوں کے مہمان ہو۔ گھڑی کا اگلا ٹک سننے سے پہلے بھی تیرا سفر تمام ہو سکتا ہے۔ اس لئے یاد رکھ، اگر خدا ہمیں توفیق دے، تو یہ ایام ہمارے لئے کافی ہیں۔

زندگی بہت مختصر ہے، مگر اس میں بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے خداوند یسوع مسیح نے محض تین برسوں میں دنیا کو مخلصی بخشی۔ بعض بندگان خدا نے تین برسوں میں بے شمار جانوں کو نجات دلائی۔ لوتھر کی عمر بھی مختصر تھی۔ پچاس برس سے پہلے اُس نے حق کی منادی شروع نہ کی، پھر بھی خدا نے اُس سے عظیم کام لیا۔ کچھ نے ساٹھ برس کی عمر میں بھی اپنی زندگی کا کام پورا کیا۔ آخر کار وقت لمبا یا چھوٹا ویسا ہی ہے جیسا تو اُس کو بنا لے۔

ایک شخص سو برس جیتا ہے اور دنیا پرست ہو کر مرتا ہے، اور دوسرا شخص، خدا کے فضل سے، دو یا تین برسوں میں ایسی محنت اور جوش دکھاتا ہے گویا وہ قادر مطلق کے ہاتھ سے نکلا ہوا ایک آسمانی بچہ کا گولہ ہو، اور وہ اپنے نام کو فنا نہ ہونے والی یادگاروں میں چھوڑ جاتا ہے۔ اگر خدا مددگار ہو تو تمہاری عمر اتنی کافی ہوگی کہ بڑے بڑے کارنامے انجام دو، بشرطیکہ اپنے ایام کو گنتے وقت یاد رکھو کہ وہ تمہارے پیش نظر کام کے لئے پہلے ہی بہت مختصر ہیں۔ تم تب ہی اپنی تصویر مکمل کر چکو گے جب استاد تمہارا بازو ساکت کر دے اور تمہارا قلم گر جائے، اور تم تب ہی دن کا کام پورا کر چکو گے جب سایہ ڈھل جائے اور تم اپنے آرام کے گھر کو لوٹ جاؤ۔

اپنی پوری طاقت سے کام کرو، مگر دل گرفتہ ہو کر نہیں؛ تمہاری جان کے لئے خدا کی تمجید کرنے کا وقت کافی ہے۔ اپنی اُس بڑی خدمت کا حصہ انجام دو، خواہ تمہیں صرف بال برابر ہی کرنے دیا جائے، اور خواہ وہ اُس قادر مطلق کی حضوری میں کچھ بھی نہ ہو، جس کے عظیم کارنامے ہر نسل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور کیا اس بارے میں اور کچھ کہنے کی حاجت ہے کہ اپنے ایام کو گنتے کا مطلب یہ یاد رکھنا بھی ہے کہ اگر وہ طویل نہیں ہیں تو اس کی وجہ گناہ کی کثرت ہے جس نے انہیں مختصر کرنا ضروری بنا دیا۔ ہم متوسلح کی عمر تک جی سکتے تھے، مگر طوفان سے پہلے کے باپ دادا نے زمین کو ظلم و تشدد سے بھر دیا، یہاں تک کہ خدا نے طوفان بھیجا اور سب کو بہا لے گیا۔

یہ بڑی رحمت ہے کہ انسان بہت زیادہ عرصہ نہیں جیتا۔ اگر دو سو برس پہلے کے بوڑھے آج موجود ہوتے تو ترقی کہاں ہوتی؟ اگر حرص و طمع کے جمی ہوئے مفادات پر کوئی لگام نہ ہوتی تو اصلاح کا کیا امکان ہوتا؟ مگر اب پرانا خون نئے خون سے بدلتا رہتا ہے، اور زندگی کا دھارا زیادہ پاکیزہ رہتا ہے کیونکہ پرانا محافظانہ عنصر، جو اپنے وقت میں بے حد مفید تھا، رخصت ہو کر ایسے نئے سیلاب کو جگہ دیتا ہے جو زمانے کی بڑھوتری کے زیادہ موافق ہوتا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ بڑے ملحد ہمیشہ کے لئے زندہ نہیں رہتے۔ کون چاہتا کہ والٹیر ہمیشہ اس دنیا میں پھرے؟ کیا رحمت ہے کہ اس کی عمر مختصر تھی! اور ذرا سوچو کہ اگر تمہارے پاس ایک ٹام پین ہوتا جو پانچ سو برس تک قادر مطلق کے خلاف شور مچاتا رہتا! یہ بھی رحمت ہے کہ نیک لوگ بھی یہاں ہمیشہ کے لئے نہیں رہتے، کیونکہ برسوں کی خدمت کے تجربات اُن کی آزمائشوں کو بڑھا دیتے، خودرستی جمی ہوئی عادت بن جاتی، انسان پرستی راسخ پرستش میں بدل جاتی، اور ضدی عقیدت ایک نہ ختم ہونے والا وبال بن جاتی۔

میں مانتا ہوں کہ تجربہ بعض بُرائیوں کو نرم کر سکتا ہے، کیونکہ خدا کا فضل سب کچھ کر سکتا ہے، مگر فطری میلان یہی ہوگا کہ فساد کو قائم رکھا جائے۔ افسوس، ہم اپنے برسوں کو بعض پہلوؤں سے ویسا نہیں تولتے جیسے دوسروں کے۔ کچھ لوگ اپنی مختصر عمر کے خود ذمہ دار ہیں؛ جوانی کے گناہ اُن کی ہڈیوں میں بسے ہوئے ہیں، اور جب ہم اپنے ایام کو یاد کرتے ہیں تو ماضی کے گناہوں کے بڑے تلخ نقش دل میں ابھرتے ہیں، آئندہ کی ہر بیوقوفی سے باز رکھتے ہیں، اور یہ خواہش جگاتے ہیں کہ باقی عمر خدا کی خدمت میں قداست اور خوف کے ساتھ بسر ہو۔

اپنے ایام کو گناہ میرے نزدیک یہ ہے کہ انہیں یوں ضائع نہ ہونے دینا کہ جیسے وہ بہہ جائیں۔ گھنٹوں کا حساب رکھنا چاہئے؛ ہم میں سے بعض بہت زیادہ سوتے ہیں، بہت زیادہ وقت کھانے پر صرف کرتے ہیں، یا بے کار باتوں میں گنوا دیتے ہیں۔ اے خُداوند، ہماری مدد فرما کہ ہم اپنے ایام کا پیمانہ ٹھیک ٹھیک تولیں، جب وہ اُڑتے ہیں تو انہیں گنیں، حتیٰ کہ وہ پانچ منٹ بھی جو ہم ضائع سمجھتے ہیں—اگر ہم دل کو ابدیت کے سامنے لگا کر انہیں تیرے لئے برتیں تو بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ ”اے خُداوند، مجھے اپنے ایام کی پیمائش جاننا سکھا۔“

مگر میرا وقت ختم ہو چکا ہے، اس لئے اب صرف ایک یا دو باتیں تیسرے نکتے پر کہہ سکتا ہوں۔ داؤد دعا کرتا ہے کہ وہ اپنی کمزوری کو پہچان سکے

III

”اے خُداوند، مجھے یہ جاننے دے کہ میرا ایک انجام ہے، تاکہ میں اپنی ناتوانی کو پہچانوں۔“

مجھے عنقریب اُس انجام تک پہنچنا ہے۔ بلکہ میں اب اُسی کی طرف گامزن ہوں۔ اے خُداوند، مجھے یہ جاننے دے کہ میں ایسا کمزور اور ناپائیدار ہوں کہ کسی بھی گھڑی مر سکتا ہوں — چاہے وہ صبح صادق ہو، دوپہر، شام، نصف شب یا بانگ بانگ ہو۔ میں کسی بھی مقام پر مر سکتا ہوں— اگر گناہ کے گھر میں ہوں تو وہیں مر سکتا ہوں، اگر عبادت کے مقام پر ہوں تو وہیں مر سکتا ہوں۔ گلی میں مر سکتا ہوں، یا آج شب لباس اتارتے وقت مر سکتا ہوں۔ نیند میں مر سکتا ہوں، یا کل صبح اپنے کام پر پہنچنے سے پہلے مر سکتا ہوں۔ میں کسی بھی مشغلے میں موت پا سکتا ہوں۔ مگر اے خُدا، یہ فضل عطا فرما کہ میں کبھی کفر بکتے ہوئے نہ مروں۔ ممکن ہے عشائے ربانی کا پیالہ میرے لبوں پر ہو اور موت آ جائے، ممکن ہے منادی کرتے کرتے مروں، ممکن ہے حمد گاتے گاتے مروں۔ ہر حال میں یہ بخش دے کہ میں یوں مروں جیسا مرنا چاہتا ہوں— تیری خدمت کرتے ہوئے، مسیح کی محبت کے سبب اور تیرے رُوح القدس کی قوت سے۔

شاید ابھی، جب میں یہاں کھڑا آسانی سے کلام کر رہا ہوں، تیر پہلے ہی چل چکا ہے، جلد ہی ہاتھ ساکت ہو اور یہ لب جو یہ کمزور الفاظ ادا کر رہے ہیں، خاموش ہو جائیں۔ اے کاش وہ گھڑی کسی برباد لمحے میں نہ آئے، بلکہ مجھے اُس وقت پائے جب میں تیری حضوری میں غور و فکر میں محو ہوں، یا اپنے خالق عظیم کی حمد سرا رہا ہوں، یا اپنے ہم نوع کی محبت خُدا سے خدمت کر رہا ہوں— یا کسی ایسے کام میں مصروف ہوں کہ وہ گھڑی مجھ پر رات کے چور کی مانند نہ آ جائے بلکہ مجھے جاگتا اور اُس کے ظہور کے لیے تیار پائے۔

اور یہی وہ ہے جو داؤد کا مطلب تھا: ”مجھے میرے انجام کا علم دے“— وہ کسی بھی وقت آ سکتا ہے، مگر میں ہمیشہ اُس کے لیے مستعد رہوں۔ میرے ایمان کا پیمانہ بتا، اُسی غرض سے۔ میرے دن گئے ہوئے ہیں، یہ دن کم بھی ہو سکتے ہیں، نہایت کم— ممکن ہے میں آخری دن تک آ پہنچا ہوں۔

زندگی کا یہ سفر نہایت سنجیدہ ہے۔ مجھے ایک ایسے قافلے کی یاد دلاتا ہے جو ایک مقررہ راستے پر بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ بعض راہ کو پہچانتے ہیں، بعض مسافر اُسے بھول گئے ہیں، مگر اُس راہ پر جس پر وہ گامزن ہیں، ایک گہرا غار یا کھائی ہے۔ قافلے کے کچھ لوگ جو آگے تھے، اُس میں گر چکے ہیں۔ باقی آگے بڑھ رہے ہیں، اور کبھی کبھی وہ اُن کے پیچ و پکار کی آوازیں سن لیتے ہیں جو اُن سے پہلے اُس گڑھے میں جا گرے۔

مگر یہاں، اندھیرے میں، قافلے کے پچھلے حصے میں بہت سے ایسے ہیں جو اپنے جلائے ہوئے انگاروں کی حرارت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں، دف اور جھانچہ بجا رہے ہیں اور خوشی منا رہے ہیں— حالانکہ وہ سب اُسی کھائی کی طرف بڑھ رہے ہیں جس میں اُن کے آگے جانے والے ساتھی گر چکے ہیں۔ وہ یوں ہی آگے، آگے، آگے اندھیرے میں بڑھتے ہیں یہاں تک کہ اُس مہلک قدم پر پہنچ جاتے ہیں جو انہیں اُس انجام کے جہان میں گرا دے گا۔

خُدا نے تجھے اپنی مرضی سے، تندرست اور مضبوط، اس خیمہ عبادت میں پہنچایا ہے، مگر تیرا اگلا قدم ابدیت میں ہو سکتا ہے۔ پس پوشیاریہ، کہ اُس ہاتھ کو تھام لے جو کبھی مصلوب ہوا تھا، مبادا کہ جب تو پھسلے تو کوئی نہ ہو جو تجھے تھام لے، اور جب تو گرے تو کوئی نہ ہو جو تجھے بچا لے، اور تو اُس سیاہ اور سنسان اندھیرے میں ہمیشہ کے لیے گرتا جائے۔ کھویا ہوا، کھویا ہوا، کھویا ہوا، نجات کی امید سے بالکل محروم۔ خُدا اپنے رحم کے باعث ایسا ہونے سے باز رکھے۔ آمین۔

تفسیر از سی۔ ایچ۔ اسپر جن

زبور 90

موسیٰ، مردِ خدا کی دعا۔ "مصنف کو جاننا بہتر ہے، کیونکہ اس سے اس زبور کے فہم میں مدد ملتی ہے۔ یاد رکھو کہ موسیٰ" ایک مسافر قوم کے درمیان رہا، جو خیموں میں بسیرا کئے، کنعان کی طرف روانہ تھی۔ وہ ایسے لوگوں کے درمیان تھا جن پر یہ حکم تھا کہ بیابان ہی میں مر جائیں۔ ان میں سے صرف دو—اور موسیٰ ان میں شامل نہ تھا—جو مصر سے نکلے تھے، وعدہ کے ملک میں داخل ہونے پائے۔ پس توقع کرو کہ اس زبور میں سنجیدگی اور غم کی آمیختگی ہوگی، پھر بھی اس میں سکون اور بھروسہ بھی پایا جاتا ہے۔ اگر یہ موسیٰ کی دعا ہے، تو یہ خدا کے بندہ کی دعا ہے۔

آیت 1

اے خُداوند! تو ہر نسل میں ہمارا مسکن رہا ہے۔ تیری منتخب قوم نے تجھی میں سکون پایا۔ تو ہی اُن کا آرام، اُن کا پناہگاہ، اُن کی تسلی اور اُن کا گھر ہے۔ آج بھی جیسے موسیٰ کے دنوں میں تھا، ویسا ہی ہے۔ خدا کے لوگ اپنی جانوں کے لئے تیرے سوا کوئی ٹھکانا نہیں پاتے۔ جب وہ تجھ تک پہنچتے ہیں، تو خوش ہوتے ہیں؛ تجھ میں وہ امن و امان سے رہتے ہیں۔

آیت 2

قبل اس کے کہ پہاڑ پیدا ہوئے، یعنی اس سے پیشتر کہ وہ بچوں کی مانند جنم لیتے، خواہ کتنے ہی عظیم و قوی ہوں۔

اور قبل اس کے کہ تُو نے زمین اور جہان کو بنایا،

ازل سے ابد تک تو ہی خدا ہے۔

سب کچھ بدلتا ہے، لیکن تو نہیں۔ ہم اپنے آرام کھو دیتے ہیں، خیموں میں رہتے ہیں جو اُکھاڑ کر اور کہیں لے جائے جاتے ہیں، لیکن تجھ میں کوئی تبدیلی نہیں۔ اے پیارے بھائیو! تم یہ سچائی جانتے ہو، مگر کیا تم اس سے لطف بھی لیتے ہو؟ خدا کی ابدی بستی اور اس کی غیر متغیر ذات سے بڑھ کر جان کی کوئی غذا نہیں—وہ خدا جو نہ مرتا ہے، نہ بدلتا ہے، بلکہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ہاں، وہی ہمارا بھروسہ اور خوشی ہے۔ مگر آدمی کیا ہے؟

آیت 3

!تو انسان کو فنا کی طرف پھیر دیتا ہے، اور کہتا ہے: اے بنی آدم، لوٹ اؤ اسے صرف فرمان دینا ہوتا ہے—درانتی لے کر کاٹنے کی حاجت نہیں۔ وہ بس کہتا ہے، "اے بنی آدم، لوٹ اؤ!" اور ہم خاک میں واپس جاتے ہیں۔

آیت 4

کیونکہ تیرے نزدیک ہزار برس ایسا ہے جیسے کل کا دن جب وہ گزر گیا، یا جیسے رات کی ایک پہر۔ ہزار برس انسانی تاریخ میں بہت لمبا عرصہ ہے۔ لیکن اے ازلی، تیری نظر میں یہ پلک جھپکنے کے برابر ہے۔ تیرے حضور ماضی حال ہے، اور مستقبل اسی گھڑی کی مانند۔

آیات 5-6

تو اُن کو سیلاب کی مانند بہا لے جاتا ہے؛ وہ نیند کی مانند ہیں۔ صبح کو وہ گھاس کی مانند ہیں جو اُگتی ہے۔ صبح کو وہ شاداب اور بڑھتی ہے، شام کو کاٹ دی جاتی ہے اور سوکھ جاتی ہے۔ انسان بھی ایسے ہی ہیں جیسے گھاس جو صبح کو خوبصورت اور پری بھری ہو، اور شام کو درانتی کے نیچے گر پڑے۔ نسلیں موت کی درانتی کے آگے ایسے ہی گرتی ہیں۔

آیت 7

کیونکہ ہم تیرے قہر سے فنا ہو گئے ہیں، اور تیرے غضب سے پریشان ہیں۔ جب خدا کا قہر کسی قوم پر بھڑکتا ہے، تو وہ لازماً فنا ہو جاتی ہے۔ لیکن مبارک ہیں وہ جو مسیح میں ہیں، کہ اُن پر قہر نہیں بلکہ فضل اور دائمی رحمت ہے۔

آیت 8

تو نے ہماری بدکاریوں کو اپنے سامنے رکھا، ہمارے خفیہ گناہوں کو اپنے چہرے کی روشنی میں۔
اسرائیلی بیابان میں ایسے ہی مر گئے۔ لیکن جو مسیح پر ایمان رکھتے ہیں، اُن کے لئے یہ سچ نہیں—خدا نے اُن کے گناہ اپنی
پیٹھ کے پیچھے ڈال دئے اور سمندر کی گہرائی میں غرق کر دئے۔

آیات 9-10

ہمارے سب دن تیرے قہر میں گزر گئے؛ ہم اپنی عمر کو ایسے ختم کرتے ہیں جیسے کوئی کہانی سنائی گئی ہو۔ ہماری عمر کے
دن ستر برس ہیں، اور اگر زور آور ہوں تو اسی برس، مگر اُن کا فخر محنت اور رنج ہے، کیونکہ وہ جلد کاٹ دی جاتی ہے اور
ہم اڑ جاتے ہیں۔
ہم اڑ جاتے ہیں—لیکن کس طرف؟ اگر ہم خدا کے ہیں، تو بادلوں سے اوپر، ابدی میدانوں کی طرف، جہاں ہم ابدالابد تک گائیں
گے۔

آیت 11

کون تیرے قہر کی شدت کو جانتا ہے؟ جیسے تیرا خوف ہے، ویسا ہی تیرا غضب ہے۔

آیت 12

ہمیں اپنے دن گننا سکھا، تاکہ ہم اپنے دل کو حکمت کی طرف مائل کریں۔

آیات 13-14

اے خُداوند! لوٹ آکب تک؟ اپنے بندوں پر ترس کھا۔ صبح کو ہمیں اپنی شفقت سے سیر کر، تاکہ ہم اپنی عمر بھر خوشی و
مسرت منائیں۔

آیت 15

ہمیں اُن دنوں کے مطابق شاد کر جن میں تو نے ہمیں دکھ دیا، اور اُن برسوں کے مطابق جن میں ہم نے مصیبت دیکھی۔

آیت 16

تیرا کام تیرے بندوں پر ظاہر ہو، اور تیری جلالت اُن کے بچوں پر۔

آیات 17

اور ہمارے اوپر خُداوند ہمارے خدا کی خوشنمائی ہو؛ اور جو کچھ ہم کریں اُسے قائم کر۔ ہاں، ہمارے ہاتھوں کے کام کو تو ہی
قائم کر۔